رسالتِ محمدیہ ﷺ اور مشرکینِ مکّہ کے اعتراضات کا قرآنی ردّ
(منتخب اردو تفاسیر کی روشنی میں)

عبدالرشید*

اشفاق احمد**

نبی اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد جب دعوت کا آغاز کیا تو آپ نے مشرکین و کفار عرب اقوام کے سامنے اپنی سابقہ زندگی کو بطور حجت پیش کیا اور کفار نے جب یہ دیکھا کہ کردار وافعال میں حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات میں کوئی ایسی صفت و وصف نہیں جسے بنیاد بنا کر وہ آپ کی دعوت کو رد کر سکیں تو انہوں نے آپ ﷺ پر ایسے ایسے الزامات لگانے شروع کیے کہ عقل جن کی صحت کو بالکل تسلیم نہیں کرتی۔ قرآن مجید نے سیرت کے اس پہلو کو جابجا نمایاں کیا اور مشرکینِ عرب کے ان بے ہودہ اعتراضات کا بڑا واضح اور تفصیلی جواب دیا ہے۔ ان اعتراضات کو اگر دیکھیں تو اس وقت کے کفار کی مخالفت کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ ذیل میں ان مطاعن اور اعتراضات کو ذکر کرنے کے بعد اردو تفسیری ادب کی روشنی میں قرآنی جوابات نقل کیے جارہے ہیں۔

ا۔ کاہن اور مجنون ہونے کا الزام

قریش مکہ اور عرب قبائل نے حضور اکرم ﷺ اور آپ کی دعوت سے لوگوں کو برگشتہ اور متنفر کرنے لیے جن الزامات، اعتراضات اور مطاعن کا سہارا لیا ان میں ایک بہت ہی بازاری اور عام طعن اور الزام یہ تھا کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ کاہن اور مجنون ہیں۔ آپ کی باتیں اور کلام کہانت اور جنون ہیں، حالانکہ یہ سب لوگ اپنی نجی مجالس میں خود اس الزام کی تردید کرتے تھے لیکن اپنی عوام کو متنفر کرنے لیے اس قسم کی لچر باتوں کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اس لغو قسم کے الزام کو ذکر کر کے اس کا رد کیا ہے۔ فرمایا:

أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ (۱)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، فیڈرل اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، بھکر کیمپس

"یاان کا کہنا ہے کہ ان (پیغمبر) کو جنون لاحق ہو گیا ہے؟ نہیں، بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) یہ پیغمبر ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے"۔

قرآن مجید نے اس الزام کی بڑی خوبصورتی سے جابجا تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الطور میں فرماتے ہیں:

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ (۲)

"لہٰذا (اے پیغمبر) تم نصیحت کرتے رہو، کیونکہ تم اپنے پروردگار کے فضل سے نہ کاہن ہو، نہ مجنون"(۳)

ان دو آیات میں اللہ رب العزت نے کفار مکہ کی جانب سے آپ ﷺ پر کہانت کے الزام کو ذکر فرمایا اور پھر اس کی واضح انداز میں تردید فرمائی تاکہ اہل اسلام کو تسلی ہو اور کمزور ایمان والوں کے شکوک کا ازالہ کیا جاسکے۔ کہانت کسے کہتے ہیں اور عرب کیوں حضور اکرم ﷺ پر اس کا الزام ٹھہراتے تھے، ذیل کی بحث میں ان امور پر چند گزارشات ذکر کی جاتی ہیں۔

کہانت کا مفہوم

"کاہن" عربی زبان میں غیب بتانے والے اور سمجھ دار شخص کے معنی میں بولا جاتا تھا۔

ابن منظور لکھتے ہیں:

"الكاهِنُ الَّذِي يَتعاطي الخبرَ عَنِ الْكَائِنَاتِ فِي مُسْتَقْبَلِ الزَّمَانِ ويدَّعي مَعْرِفَةَ الاسرار، وَقَدْ كَانَ فِي الْعَرَبِ كَهَنَةٌ" (۴)

"کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو کائنات میں آنے والے وقت کی خبر دے اور کائنات کے اسرار کے جاننے کا دعوی کرے، اور عربوں میں بہت سے کاہن ہوا کرتے تھے"

سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

" زمانہ جاہلیت میں یہ ایک مستقل پیشہ تھا۔ کاہنوں کا دعویٰ تھا کہ وہ ستارہ شناس ہیں، یا ارواح اور شیاطین اور جنوں سے ان کا خاص تعلق ہے جس کی وجہ سے وہ غیب کی خبریں معلوم کرسکتے ہیں۔ مثلاً کوئی چیز گم ہو جائے، کسی کے ہاں چوری ہو جائے، کوئی اپنی قسمت

پوچھے تو وہ بتا سکتے ہیں۔ انہی اغراض کے لیے لوگ ان کے پاس جاتے تھے۔اس کے بدلے وہ کچھ نذر و نیاز لیتے تھے۔ان کی ایک خاص وضع قطع ہوتی تھی جس سے وہ پہچانے جاتے تھے۔ مقفّیٰ اور مسجّع فقرے خاص لہجے میں ذرا ترنم کے ساتھ بولتے تھے اور عموماً ایسے گول مول فقرے استعمال کرتے تھے جن سے ہر شخص اپنے مطلب کی بات نکال لے"۔(۵)

حضور اکرم ﷺ نے جب مشرکین مکہ کو اسلام کی دعوت دی اور شرک سے روکا تو مشرکین نے لوگوں میں آپ ﷺ کے اثرات کم کرنے کے لیے اور لوگوں کو بد ظن کرنے کے لیے آپ ﷺ پر جن الزامات کا سہارا لیا ان میں ایک الزام یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ کاہن ہیں، حالانکہ کاہنوں کی صفات اور ان کی علامات کا آپ ﷺ سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس الزام کی بھرپور تردید فرمائی جیسا کہ سابقہ آیات میں واضح طور پر موجود ہے۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ اسی قرآنی جواب کو ادبی پیرایہ میں کچھ اس انداز سے لکھتے ہیں:

" کفار نبی کریم ﷺ پر جو بہتان لگاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کر دی۔ ان لوگوں کا آپ کو کبھی کاہن اور کبھی مجنون کہنا متضاد دعوی ہے جو اپنی تردید خود کر رہا ہے۔ کیونکہ کاہن تو وہ شخص ہے جو اپنے اندر مافوق الفطرت بصیرت اور فراست کا مدعی ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا ہے۔ اس کا کلام مقفی اور مسجع اسلوبِ کلام عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مجنون اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے۔ جو غور و فکر کی صلاحیت سے محروم ہو جائے اور بے ربط گفتگو کرنے لگے۔ ان کے اس الزام کے ابطال کے لیے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محبوب ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ یہ اپنی زبان سے بکتے ہیں تو بکتے رہیں۔"(٦)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ میں کہانت کی کوئی علامت نہ تھی اور آپ کے اقوال و افعال میں اس کا کوئی شائبہ نہ تھا تو پھر کفار نے کس وجہ سے آپ ﷺ پر یہ الزام عائد کیا اور کس

بنیاد پر لوگوں میں یہ بات مشہور کی؟اس کی توجیہ سید مودودیؒ نے اس انداز میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

" قریش کے سرداروں نے عوام کو فریب دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ پر کاہن ہونے کا الزام صرف اس بنا پر لگادیا کہ آپ ان حقائق کی خبر دے رہے تھے جو لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ اور آپ کا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ آکر آپ پر وحی نازل کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جو کلام آپ پیش کر رہے تھے وہ بھی مقفّٰی تھا۔ لیکن عرب میں کوئی شخص بھی ان کے اس الزام سے دھوکا نہ کھا سکتا تھا۔---------------

اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کہانت کا یہ الزام برائے نام بھی کوئی مناسبت نہ رکھتا تھا کہ یہ پھبتی آپ پر چسپاں ہو سکتی اور عرب کا کوئی کند ذہن سے کند ذہن آدمی بھی اس سے دھوکا کھا جاتا"۔(۷)

کفار آپ ﷺ پر مجنون ہونے کا الزام کیوں لگاتے تھے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ازہریؒ لکھتے ہیں کہ اسلام اور حضور اکرم ﷺ کی ناپسندیدگی کسی علمی دلیل کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر ہم نے ان کا دین قبول کر لیا تو ہماری چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور ہم داد عیش دینے سے روک دیئے جائیں گے۔(۸)

جنون کے الزام کا جواب دیتے ہوئے مولانا کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

"یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ ﷺ کو جنون ہے۔ سو یہ امر بالکل مشاہدہ کے خلاف ہے۔ جن مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کے ساتھ آپ ﷺ آراستہ ہیں اور جن کا آپ ﷺ دوسروں کو حکم دیتے ہیں، یہ سب آپ ﷺ کے کمال عقل اور کمال حکمت کی روشن دلیل ہے اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی باتوں کو جنون اور دیوانگی بتلانا یہ خود جنون اور دیوانگی ہے"(۹)

سید مودودیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"کہ آخر وہ کون سی بات ہے جس کی بنا پر آج تم اس شخص کو مجنون ٹھہرا رہے ہو جسے کل تک تم اپنے درمیان نہایت سمجھ دار اور امین سمجھتے تھے۔ نبوت سے پہلے تعمیر

کعبہ کے بعد حجر اسود نصب کرنے کے مسئلے پر جب قبائل قریش میں اختلاف ہوا تھا تو تم نے بالاتفاق محمد ﷺ کو حَکَم تسلیم کیا تھا اور آپ ﷺ کے فیصلے پر تم سب مطمئن ہو گئے تھے۔ تو اب ایسی کیا بات ہو گئی کہ تم اسے مجنون کہنے لگے۔ کیا واقعی تم اپنے دلوں میں بھی وہی کچھ سمجھتے ہو جس کا اپنی زبانوں سے اظہار کر رہے ہو؟(۱۰)

اس بحث سے درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ قبائل عرب کا یہ کہنا کہ آپ مجنون ہیں اسے وہ خود بھی غلط سمجھتے تھے۔

۲۔ اپنی بادشاہت اور چودھراہٹ قائم رکھنے کے لیے وہ اس قسم کے بے ہودہ اعتراضات کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۳۔ اس بارے میں ان کا رویہ اور ان کے اقوال تضاد کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

۴۔ اس قسم کے الزامات کا مقصد صرف عوام الناس کو گمراہ کرنا تھا۔

۲۔ ساحر ہونے کا الزام

ایام حج میں جب قریش کا دار الندوہ میں اجتماع ہوا کہ حج کے لیے آنے والے قبائل کے سامنے ہم حضور اکرم ﷺ کے بارے میں کیا مشترکہ مؤقف اختیار کریں تو اس موقعہ پر ولید بن مغیرہ نے ڈرامائی انداز میں کافی سوچ و بچار کے بعد ساحر ہونے کے الزام کو اختیار کیا۔ ظاہر ہے کہ وہ خود اس الزام کو بے سروپا سمجھتے تھے لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے علاوہ آپ ﷺ کو کیا الزام دیں؟ لہٰذا انہوں نے طے کیا کہ ہم اسے ساحر کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اس نے بھائی کو بھائی سے، بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا ہے۔(۱۱)

قرآن مجید نے کئی مواقع پر ان کے اس الزام کی تردید کی ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ(۱۲)

"اور ان (قریش کے) لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ ایک خبردار کرنے والا انہی میں سے آ گیا۔ اور ان کافروں نے یہ کہہ دیا کہ: وہ جھوٹا جادوگر ہے"

كَذالِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (۱۳)

"اسی طرح ان سے پہلے جو لوگ تھے ان کے پاس بھی کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کے

بارے میں انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ: جادو گر ہے، یا دیوانہ ہے"

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ یہ صرف حضور اکرم ﷺ پر الزام نہیں تھا کہ قریش نے انہیں ساحر اور مجنون کا الزام دیا ہے بلکہ حق و باطل کی یہ کشمکش تو پہلے سے ہی چلی آرہی ہے اور حیران کن بات یہ ہے کہ ایک زمانہ کے گزرنے کے باوجود بھی مخالفین اور منافقین کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

سید مودودیؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> " آج پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش نہیں آیا کہ اللہ کے رسول کی زبان سے آخرت کی خبر اور توحید کی دعوت سن کر لوگ اسے ساحر اور مجنون کہہ رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب سے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے رسول آنے شروع ہوئے ہیں، آج تک کفار اسی ایک حماقت کا اعادہ کیے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ جس رسول نے بھی توحید کی دعوت دی تو کفار نے شور مچا دیا کہ یہ جادو گر ہے جو ہماری عقلوں کو بگاڑنا چاہتا ہے۔ اس بہانے سے انہوں آخرت کا انکار کر ڈالا"(۱۴)

قرآن مجید نے واضح انداز میں حضور اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمادیا کہ اس قسم کے لچر الزامات صرف آپ پر نہیں لگائے گئے بلکہ آپ سے قبل بھی اقوام کفار نے اپنے انبیاء پر یہی الزام دھرا تھا۔

مولانا کاندھلویؒ اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اے ہمارے پیغمبر آپ ﷺ ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں، صبر کیجئے۔ اسی طرح انسے پہلے جب بھی کسی قوم کے پاس کوئی رسول اللہ کا پیغام لے کر آیا تو ان لوگوں نے یہی کہا جادوگر یا مجنون۔ تو اسی طرح اگر یہ کفار مکہ آپ ﷺ کو کچھ کہیں تو تعجب کی بات نہیں۔ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اس کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں کہ ہر ایک قوم اللہ کے رسولوں سے ایک ہی قسم کا مذاق اور ایک ہی طرح کا انکار کر رہی ہے۔ حالانکہ ایک قوم کا دوسری قوم سے کبھی ملنا بھی نہیں ہوا پھر بھی سب کا ایک ہی بات کہنا عجیب ہے۔ اصل میں اسکی وجہ یہ نہیں کہ ایک قوم دوسری قوم سے مل کر اس کو طے کرتی چلی آئی ہو کہ تم بھی اپنے پیغمبر کا اسی طرح انکار کرنا بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ سرکش ہیں اور

سرکشی کیبیہ علت مشترکہ سب میں یکساں ہے۔ اس وجہ سے اس کے نتیجہ میں زبانوں سے نکلنے والی بات بھی ایک ہی معلوم ہوئی ہے۔ علت جب واحد اور متحد ہے تو اس کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ایک ہی ہوگا"۔(۱۵)

قرآنی آیات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں:

۱۔ حضور اکرم ﷺ کو تسلی دی ہے کہ یہ الزام کوئی نیا نہیں بلکہ سابقہ انبیاء پر بھی یہ الزام عائد کیا گیا۔

۲۔ اس الزام اور اس طرح کے دیگر الزامات کی وجہ دراصل ان کی سرکشی ہے۔

۳۔ اہل حق اور عقل سلیم رکھنے والے کبھی بھی ان الزامات پر کان نہیں دھریں گے کیوں کہ ان الزامات کی بنیاد کچھ نہیں۔

۳۔ سحر زدہ ہونے کا الزام

حضور اکرم ﷺ کی دعوتِ اسلام کو لوگوں کی نظر میں بے وقعت اور مشکوک بنانے کے لیے مشرکین مکہ جن مطاعن واعتراضات کا سہارا لیا کرتے تھے ان میں ایک بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نعوذ باللہ سحر زدہ ہیں اور آپ پر جنات کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کو واشگاف انداز میں رد کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ الظّٰلِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا (۱۶)

"اور یہ ظالم (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ: تم جس کے پیچھے چل رہے ہو، وہ اور کچھ نہیں، بس ایک شخص ہے جس پر جادو ہو گیا ہے"

اس ضمن میں وہ اس قدر تضادات کا شکار تھے کہ ایک ہی وقت میں وہ آپ ﷺ کو مختلف اور متضاد اوصاف سے متصف کرتے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"اہل عرب کے نزدیک دیوانگی کے دو ہی وجوہ تھے۔ یا تو کسی پر جن کا سایہ ہو گیا ہو۔ یا کسی دشمن نے جادو کر کے پاگل بنا دیا ہو۔ ایک تیسری وجہ ان کے نزدیک اور بھی تھی، اور وہ یہ کہ کسی دیوی، یا دیوتا کی شان میں آدمی کوئی گستاخی کر بیٹھا ہو اور اس کی مار پڑ گئی ہو۔ کفار مکہ وقتاً فوقتاً یہ تینوں وجوہ نبی ﷺ کے مطابق بیان کرتے تھے"۔(۱۷)

ظاہری طور پر کفار نے سحر کی علامات کا سہارا لیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ پر ساحر ہونے کا الزام عائد کیا لیکن ان میں بہت سے لوگ اپنی نجی مجالس میں اس کا انکار کرتے تھے، مگر جحود کی وجہ سے کفار ساحر ہونے کا الزام لگانے سے بھی باز نہ آئے۔

۴۔ شاعر ہونے کا الزام

حضور اکرم ﷺ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو مشرکین مکہ باوجود اس کے وہ اسے شعر نہیں سمجھتے تھے۔ وہ تو صرف اپنی عوام کو مطمئن کرنے کے لیے آپ ﷺ اور قرآن مجید پر یہ الزام لگاتے کہ یہ تو شعر و شاعری ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جابجا اس الزام کی تردید کی اور شاعری اور قرآن کے فرق کو واضح کیا اور مزید یہ کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شاعری نہیں سکھائی اور نہ یہ ان کے مناسب تھی۔ اس لیے کہ شاعری عام طور پر ایسے امور پر مشتمل ہوتی ہے جو حقیقت سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ (۱۸)

"بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ: یہ صاحب شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم زمانے کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں؟"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ (۱۹)

"اور کہا کرتے تھے کہ: کیا ہم ایسے ہیں کہ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں؟"

اللہ تعالیٰ نے کفار کے ان اعتراضات کا جواب پرزور انداز میں دیا ہے۔

وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ (۲۰)

"اور ہم نے (اپنے) ان (پیغمبر) کو نہ شاعری سکھائی ہے، اور نہ وہ ان کے شایان شان ہے۔ یہ تو بس ایک نصیحت کی بات ہے، اور ایسا قرآن جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے"

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ قریش مکہ کی جانب سے آپ ﷺ پر شاعر ہونے کا الزام لگایا گیا اور اس کی بنیاد قرآن مجید کی آیات تھیں۔ قرآن مجید پر قبائل عرب نے شعر کا اطلاق کیوں کیا؟ مفسرین کے ہاں اس کی دو توجیہات ملتی ہیں۔ ایک توجیہ تو یہ کی جاتی ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں قافیہ اور وزن وغیرہ تو موجود ہیں اس لیے کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن شعر کی طرح ہے۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ عرب شعر اور نثر کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس لیے قرآن مجید کے بارے میں تو انہیں کوئی تردد نہ تھا کہ یہ شعر نہیں ہے۔ چونکہ وہ قرآن مجید کو حق نہ سمجھتے تھے اس لیے وہ اسے شعر قرار دیتے تھے کہ شاعری عموماً حق سے دور ہی ہوتی ہے۔ پیر کرم شاہ الازہریؒ اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ امر تحقیق طلب ہے کہ کفار کس معنی میں قرآن کو شعر اور حضور اکرم ﷺ کو شاعر کہا کرتے تھے۔ کیونکہ شعر کا عرفی معنی تو یہ ہے کہ وہ کلام جس کا وزن بھی ہو اور قافیہ بھی۔ اور شاعر اسے کہتے ہیں جو قصداً اور ارادۃً موزوں اور مقفی کلام کہے۔ اب اس معنی کے لحاظ سے نہ قرآن کو شعر کہا جا سکتا ہے اور نہ حضور ﷺ کو شاعر۔ بلکہ یہاں شعر سے مراد جھوٹ اور خیالی تک بندی ہے۔ اور شاعر سے مراد وہ آدمی جو حقائق اور صداقتوں کو نظر انداز کر دے اور وہم و گمان کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے۔ چونکہ شاعری میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ اس لئے عرب کہتے ہیں: "اَعْذَبُ الشِّعْرِ اَکْذَبُھَا" بہتر اور عمدہ شعر وہ ہے جس میں زیادہ سے زیادہ جھوٹ بولا گیا ہو"۔(۲۱)

علامہ راغب اصفہانی ؒ نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وقالَ بَعضُ المحَصّلِينَ: لَمْ يَقصُدُوا هٰذَا الْمَقْصَدَ فِيمَا رَمَوه بِهِ، وَذٰلِك أَنه ظَاهِرٌ منَ الْكلامِ أَنّه لَيْسَ علٰى أَسَالِيْبِ الشّعرِ، وَلَا يَخْفٰى ذٰلِك عَلَى الْأغْتَامِ مِنَ الْعَجمِ فَضْلًا عنِ بُلَغَاءِ الْعرَبِ، وَإِنَّمَا رَمَوه بِالْكذبِ، فَإِنَّ الشِّعرَ يُعبّر بِه عَنِ الكذبِ، والشَّاعِرُ: الكَاذِبُ حَتّٰى سُمّىَ قَومُ الأدِلَّةِ الكَاذِبَةِ الشِّعْرِيَّةُ"(۲۲)

ترجمہ: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کفار، جب حضور ﷺ پر شعر کہنے کی تہمت لگاتے تو اس سے ان کی مراد شعر کا اصطلاحی معنی نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ

قرآن کریم شعر کے اسلوب پر نہیں ہے۔اور یہ حقیقت عجمی جاہلوں پر بھی مخفی نہیں، چہ جائیکہ عرب کے بلغاء اس حقیقت سے ناواقف ہوں، بلکہ حضور ﷺ پر کذب کی تہمت لگاتے تھے، کیونکہ جھوٹ کو شعر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور جھوٹے کو شاعر کہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جھوٹی دلیلوں کو ادلہ شعریہ کہتے ہیں۔

مولانا کاندھلویؒ نے قرآن مجید کی اس توجیہ کے مطابق بھی شعر نہ ہونے کی دلیل یوں بیان کی ہے:

" قرآن کریم اس قسم کی حکمت اور عقل و دانائی اور نصیحت اور موعظت کی باتوں سے بھرا پڑا ہے جن کا عین حقیقت اور عین حکمت ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے مگر یہ کفار ناہنجار جب ان حکمت اور موعظت کی باقی باتوں کو سنتے ہیں اور جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ سب شاعرانہ خیالات اور تک بندیاں ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی اس بات کا رد فرماتے ہیں۔ اور نہیں سکھائی ہم نے اپنے نبی کو شاعری اور نہ وہ آپ ﷺ کی طبیعت اور فطرت کے لائق اور مناسب ہے۔ آپ ﷺ کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ سر تاپا حقیقت اور واقعیت اور صداقت اور حکمت اور موعظت ہوتا ہے۔ اور شاعری کا دارومدار تکلف اور تصنع اور تخیل اور مبالغہ اور تعلی اور تفاخر پر ہوتا ہے اور نبی ان سب باتوں سے پاک اور منزہ ہوتا ہے" (۲۳)

دوسری توجیہ کے مطابق قرآن مجید کی بعض آیات مقفع و مسجع ہیں۔ اولا تو عرب قرآن کو اس لحاظ سے شعر نہیں کہتے تھے کہ یہ مقفع و مسجع ہے۔ کیونکہ وہ شعر کو اچھی طرح جانتے تھے لیکن اگر کسی کو شبہ ہو تو پھر بھی اسے شعر نہیں کہا جاسکتا۔ مولانا کاندھلویؒ اسی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" بعض قرآنی آیات اور کلمات نبویہ اگرچہ اوزان شعریہ پر موزون ہیں لیکن ان کو شعر نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ ان کی موزونیت اتفاقی ہے شعر ہونے کی حیثیت سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یا اس کے رسول کا مقصود شعر کہنا نہیں اس لیے اس کی موزونیت محض اتفاقی ہے۔ پھر جب قرآن خود اس کے شعر ہونے کی نفی کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے شاعر ہونے کی نفی کرتا ہے۔ جب تک کوئی شخص قول موزون کہنے کا ارادہ نہ کرے وہ

شاعر نہیں ہوتا اور جو کلام موزوں بلا قصد زبان پر جاری ہو جائے وہ شعر شمار نہیں ہوتا۔ شعر اور شاعری کے لئے موزونیت کا قصد اور ارادہ شرط ہے۔ اتفاقیہ زبان سے کسی موزون کلام کا نکل جانا اس سے کسی کے نزدیک کوئی شاعر نہیں ہو جاتا اور نہ وہ اتفاقی کلام موزون شعر کہلاتا ہے"۔(۲۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ حضور اکرم ﷺ کو شاعر دو وجوہ کی بنیاد پر کہتے تھے:

۱۔ آیات قرآنیہ اپنے قافیہ اور سجع کے اعتبار سے شعر کی مانند ہیں۔

۲۔ جس طرح عموماً شعر جھوٹ پر مشتمل ہوتے ہیں اسی طرح کفار قرآن مجید کو کذب پر محمول کرنے کی وجہ سے شعر کہا کرتے تھے اور یہی وجہ تینوں مفسرین کے ہاں راجح ہے۔

۵۔ فرمائشی معجزوں کا مطالبہ

مشرکین مکہ نے حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے لیے چند فرمائشی معجزات کا مطالبہ کیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے مطالبات کو بیان کیا ہے ارشاد ربانی ہے:

وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا (۲۵)

"اور کہتے ہیں کہ: ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لیے ایک چشمہ نہ نکال دو۔ یا پھر تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو۔ یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے ہم پر گرا دو، یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ۔ یا پھر تمہارے لیے ایک سونے کا گھر پیدا ہو جائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کر دو جسے ہم پڑھ سکیں۔ (اے پیغمبر) کہہ دو کہ: سبحان اللہ! میں

تو ایک بشر ہوں جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

مولانا کاندھلویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب مشرکین قرآن کریم کے اعجاز کے جواب سے عاجز ہو گئے تو انہوں نے عناد کی وجہ سے بے سروپا فرمائشیں شروع کر دیں۔ ان فرمائشوں کے جواب میں مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں۔(۲۶)

ان آیات میں قریش کی جانب سے درج ذیل مطالبات کیے گئے:

۱۔ مکہ کی زمین سے چشمہ جاری ہو جائے جس سے تمام اہلِ مکہ سیراب ہوں۔

۲۔ آپ کا کوئی باغ ہو جس کے درمیان میں نہریں جاری ہوں اور یہ باغ تیری سرداری اور برتری کا نشان ہو۔

۳۔ جس عذاب سے ڈراتے ہیں وہ جلدی آجائے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ حق پر ہیں۔

۴۔ کوئی فرشتہ ہماری آنکھوں کے سامنے یہ گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

۵۔ آپ کے پاس سونے کا گھر ہو جس سے دنیا میں آپ کی کوئی شان ظاہر ہو۔

۶۔ آپکو اپنی آنکھوں سے آسمان میں چڑھتا دیکھ لیں۔

۷۔ آسمان سے کوئی کتاب نازل ہو جس میں لکھا ہو کہ تم اس کے رسول ہو۔

ان سب خرافات اور بے تکی فرمائشوں کے جواب میں قرآنِ مجید نے صرف اتنی بات کی کہ اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں قدرت کاملہ کا کب مدعی ہوں کہ یہ ساری چیزیں میرے اختیار میں ہوں مگر میں تو ایک بشر ہوں جسے اللہ نے تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ ایسی باتیں پوری کرنے کی مجھ میں قدرت نہیں، جیسے پہلے رسول گزرے ہیں ایسا ہی میں بھی رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں پیغمبروں کو مناسب حال معجزات عطا کئے اور ان معجزات کا ظہور اللہ کی قدرت اور مشیت سے تھا، رسولوں کے اختیار اور مشیت سے نہ تھا۔ میری تصدیق کے لیے بہت سے معجزات دیئے جو تمہارے ان فرمائشی معجزات سے ہرگز کم نہیں، مثلاً شق القمر اور انگلیوں سے پانی کا جاری ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ معجزات آپ ﷺ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کافی تھے باقی ضدی آدمی کا منہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔(۲۷)

ان سب مطالبات کے پیچھے مشرکینِ مکہ کا یہ نظریہ کار فرما تھا کہ انبیاء اپنی قدرت اور اختیار سے معجزات کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور پھر ان کے مطالبات کا مقصد قبول حق بھی نہ تھا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان

کے نظریہ کی تردید فرمادی اور ان کے مطالبات کو پورا بھی نہ کیا۔ بلکہ ان کی اصلاح کی غرض سے مختلف اسالیب سے ان کی راہنمائی فرمائی۔

۶۔ فرشتہ کو نبی کیوں نہیں بنایا گیا؟

حضور اکرم ﷺ کی رسالت و نبوت کو جھٹلانے کا ایک عذر مشرکین مکہ نے یہ پیش کیا کہ یہ تو ہماری طرح کے انسان ہیں، ان میں کوئی اضافی خصوصیت نہیں کہ انہیں رسول بنایا جائے۔ ہاں اگر یہ کوئی فرشتہ ہوتے تو بات سمجھ میں آتی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے ہم ان کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس اشکال کو واضح انداز میں رد فرمایا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا (۲۸)

ترجمہ: اور جب ان لوگوں کے پاس ہدایت کا پیغام آیا تو ان کو ایمان لانے سے اسی بات نے تو روکا کہ وہ کہتے تھے: کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دو کہ: اگر زمین میں فرشتے ہی اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو بیشک ہم آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر ان پر اتار دیتے۔

سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہر زمانے کے جاہل لوگ اسی غلطی کا شکار رہے ہیں کہ بشر کبھی نبی نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے انہوں نے کسی رسول کو کھاتا، پیتا، بیوی بچوں میں رہتا اور گوشت پوست کا بنا ہوا دیکھ کر فیصلہ کر دیا کہ یہ نبی نہیں ہے، کیونکہ یہ تو بشر ہے اور اس نبی کے جانے کے بعد اس کے عقیدت مندوں میں ایسے لوگ پیدا ہونے شروع ہو گئے جو کہنے لگے کہ وہ بشر نہیں تھا، کیونکہ پیغمبر تھا۔ چنانچہ کسی نے اسے خدا بنایا، کسی نے اسے اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا، اور کسی نے حلول کا عقیدہ بنالیا۔ (۲۹)

پیر کرم شاہ الازہریؒ نے اسی بات کو نفیس پیرایہ میں بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وہ آپ کے دامن سیرت میں بھی کوئی داغ نہیں دکھا سکتے۔ وہ آپ کی دعوت کی حقانیت پر کوئی شبہ نہیں کر سکتے۔ اس قرآن حکیم کا مثل پیش کرنے کی انہیں بار بار دعوت دی گئی لیکن وہ اس دعوت کو قبول نہ کر سکے۔ ان کے پاس آپ کی رسالت کو تسلیم نہ کرنے کی اگر

کوئی دلیل ہے تو صرف یہ کہ آپ بشر ہیں اور ان کے نزدیک بشر مقام رسالت پر فائز نہیں ہو سکتا، لیکن ان کا یہ اعتراض بھی لایعنی تھا۔ کیونکہ رسول کی آمد کا مقصد تعلیم و ہدایت ہے۔ جب زمین پر بسنے والے انسان ہیں تو ان کی رہنمائی کا فریضہ ان کا ایک ہم جنس ہی احسن طریق پر ادا کر سکتا ہے۔ اگر یہاں فرشتے آباد ہوتے اور ان کی راہنمائی کے لیے کسی رسول کو مبعوث کیا جاتا تو ان میں کسی فرشتہ کو ہی یہ ذمہ داری سونپی جاتی"(۳۰)

سابقہ آیت میں کفار کی جانب سے حضور اکرم ﷺ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ انسان ہی کو اللہ نے کیوں نبی بنایا، حالانکہ آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے انبیاء آچکے تھے اور ان میں سے کوئی بھی فرشتہ نہ تھا بلکہ سارے انسان اور بشر تھے اور اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ انسان ہی انسانوں کے لیے نمونہ بن سکتا ہے۔

۷۔ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ محمد ﷺ کی اپنی تصنیف ہے

حضور اکرم ﷺ کی دعوت اور قرآن مجید پر مشرکین مکہ کا ایک بڑا الزام یہ تھا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ نعوذ باللہ خود گھڑتے ہیں۔ قرآن مجید نے جابجا اس الزام کا کافی وشافی جواب دیا ہے اور مختلف جہات سے اس اشکال کو رفع کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ (۳۱)

"ہاں کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ: ان صاحب نے یہ (قرآن) خود گھڑ لیا ہے؟ نہیں، بلکہ یہ (ضد میں) ایمان نہیں لا رہے"

عام لوگوں کے سامنے یہ پروپیگنڈا کرتے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ اسے محمد ﷺ خود بناتے ہیں۔ لیکن یہ بات ان پر روزِ روشن کی طرح واضح تھی کہ ایسا نہیں ہے، اس کلام کی نظیر لانا ان کے لیے ممکن نہ تھا اور نہ حضور اکرم ﷺ کی سابقہ زندگی میں اس کی کوئی مثال ملتی تھی۔ اس لیے قرآنِ مجید نے ان کے اس بے ہودہ الزام کا دلچسپ پیرایہ میں جواب دیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ (۳۲)

"اگر یہ واقعی سچے ہیں تو اس جیسا کوئی کلام (گھڑ کر) لے آئیں"

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ کفار کی جانب سے یہ اعتراض بھی سامنے آیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں

بلکہ محمد ﷺ خود اسے بناتے ہیں۔ قرآن مجید نے واضح انداز میں کئی مقامات پر اس اعتراض کا ایک ہی جواب دیا ہے کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر کفار سارے مل کر اس جیسی کتاب کیوں نہیں لاتے؟ اور اگر وہ پوری کتاب نہیں لا سکتے تو دس سورتیں ہی لے آئیں، یا کم از کم ایک سورت ہی بنا لائیں۔ لیکن آج چودہ سو سال گزرنے کے باوجود وہ کوئی ایک سورت بھی ایسی بنا کر نہیں لا سکے۔ سید مودودیؒ لکھتے ہیں :

"یعنی بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ یہ محمد ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سرے سے انسانی کلام ہی نہیں ہے اور یہ بات انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ ایسا کلام تصنیف کر سکے۔ اگر تم اسے انسانی کلام کہتے ہو تو اس پائے کا کوئی کلام لا کر دکھاؤ جسے کسی انسان نے تصنیف کیا ہو۔ یہ چیلنج نہ صرف قریش کو، بلکہ تمام دنیا کے منکرین کو سب سے پہلے اس آیت میں دیا گیا تھا۔ اس کے بعد تین مرتبہ مکہ معظمہ میں اور پھر آخری بار مدینہ منورہ میں اسے دہرایا گیا۔ مگر کوئی اس کا جواب دینے کی نہ اس وقت ہمت کر سکا نہ اس کے بعد آج تک کسی کی یہ جرأت ہوئی کہ قرآن کے مقابلہ میں کسی انسانی تصنیف کو لے آئے"۔(۳۳)

گویا قرآن آج بھی بزبانِ حال ساری دنیا کے کفار کو یہ دعوت دے رہا ہے کہ اگر تمہیں اس کے من جانب اللہ ہونے میں شک ہے تو پھر اس چیلنج کو قبول کریں۔

۸۔ کچھ دیگر اعتراضات

سورہ الفرقان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین مکہ کی جانب سے اسلام اور نبی کریم ﷺ پر کچھ اور اعتراضات بھی کیے جاتے تھے جن کی فہرست ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔ سورہ فرقان میں اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا (۳۴)

"اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہ کر لوگوں کو ڈراتا؟ یا

اس کے اوپر کوئی خزانہ ہی آپڑتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھایا کرتا۔
اور یہ ظالم (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ: تم جس کے پیچھے چل رہے ہو، وہ اور کچھ نہیں، بس ایک شخص ہے جس پر جادو ہو گیا ہے"

ان آیات کی روشنی میں درج ذیل اعتراضات سامنے آتے ہیں:

۱۔ کفارِ مکہ قرآن مجید کو آپ ﷺ کا افترا بتلاتے تھے کہ جو آپ ﷺ نے دوسروں کی مدد سے تیار کی ہے۔

۲۔ قرآن منجانب اللہ نہیں بلکہ اگلے لوگوں کے قصوں اور کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے۔

۳۔ یہ کہ نبی اکرم ﷺ پانچ صفتوں سے متصف ہیں اور یہ پانچوں صفتیں نبوت کے منافی ہیں۔

۴۔ یہ شخص ہماری طرح کھانا کھاتا ہے۔

۵۔ یہ شخص ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، پھر اس کو کیا فضیلت اور برتری کہ یہ ہمارا نبی بنے۔

۶۔ آپ ﷺ کے ہمراہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فرشتہ نہیں جو لوگوں کو آپ ﷺ کے بارے میں ڈرائے۔

۷۔ آپ کے پاس آسمان سے کوئی خزانہ نہیں اترتا جسے آپ لوگوں پر بے دریغ خرچ کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں اور اپنے پیروں کو بھوک اور فاقہ سے بچائیں۔

۸۔ آپ ﷺ کے پاس کم از کم ایک باغ تو ہوتا جس سے آپ بے فکری سے کھالیا کرتے۔

جب آپ ﷺ میں کوئی شان امتیازی نہیں تو ہم کیسے یقین کریں کہ آپ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں نازل کیے جو ہمارے سامنے آکر آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی شہادت دیتے کہ یہ شخص دعوائے نبوت میں صادق ہے یا ہم بلاواسطہ اللہ کو دیکھتے اور بلاواسطہ خود اللہ تعالیٰ سے آپکی بابت پوچھ لیتے اور اللہ تعالیٰ ہم کو خود بتلادیتا کہ یہ شخص میرا نبی ہے۔

۱۰۔ تورایت اور انجیل کی طرح قرآن مجید ایک ہی مرتبہ کیوں نہ نازل کر دیا گیا۔

مشرکین مکہ کے اعتراضات کا ماحاصل

کفار کی جانب سے کیے گئے اعتراضات و مطاعن کا حاصل یہ ہے کہ:

۱۔ انہوں نے اللہ کے نبی کو شاعر کہا۔

۲۔ کبھی مجنون کہا۔

۳۔ کبھی انہیں کاہن قرار دیا۔

۴۔ کبھی ان کی بشری عادات کو قابل اعتراض قرار دیا اور مطالبہ کیا کہ انہیں کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔

۵۔ کبھی اللہ کے نبی سے ایسے مطالبات کیے جو جحود و عناد پر مبنی تھے

مشرکینِ مکہ کے اعتراضات کا اصولی جواب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اعتراضات بھی جواب دینے کے لیے نہیں بلکہ یہ بتانے کے لیے نقل کیے جا رہے ہیں کہ معترضین کس قدر عناد اور تعصب میں اندھے ہو چکے ہیں۔ ان کی بیان کردہ باتیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کو سنجیدگی کے معیار پر پرکھا جاسکے۔ ان کا تذکرہ اور اس کا جواب اس لیے مقصود ہے کہ آج کے پُر فتن دور میں نت نئے فتنے جنم لے کر ایک مرتبہ پھر اسی قسم کے مطاعن کو ہوا دے رہے ہیں اور شان رسالت کی شمع فروزاں کو اپنی بدزبانیوں اور مکروہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ ثابت کرنا بھی مقصود ہے کہ مخالفین کا دامن معقول دلائل سے کس قدر خالی ہے اور وہ کیسی لچر باتوں سے ایک مدلل اصولی دعوت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ بقول سید مودودی:

> "یہ باتیں خود ہی بتا رہی تھیں کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور کون اس کے مقابلے میں عاجز ہو کر بے تکی ہانک رہا ہے۔" (۳۵)

خلاصہ کلام

آپ ﷺ کی دعوت اور تبلیغ اسلام کی جد جہد کے ساتھ ساتھ کفار و منافقین کی ریشہ دوانیاں بھی عروج پر رہیں۔ آپ کے اقربا اور دیگر مشرکین نے اپنی پوری قوت وطاقت اس بات پر صرف کر ڈالی کہ کسی طرح یہ اسلام کا راستہ روک سکیں۔ اور اسلام کو پھیلنے سے روک سکیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے آپ ﷺ کی ذاتی اور نجی زندگی کو قابل اعتراض بنانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ آپ ﷺ کے فطری افعال کو بھی قابل اعتراض شمار کیا، آپ کے کھانے پینے اور بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کو بھی قابل اعتراض بنا دیا اور ناجائز و بے تکے مطالبات کے ذریعے اور مختلف حیلوں بہانوں سے آپ کی دعوت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ قرآن مجید نے جابجا ان کے مطاعن و اعتراضات کو عقلی دلائل کے ذریعے اور سابقہ تاریخ کی روشنی میں

بیان کر کے ان پر مضبوط رد کیا اور امت کو یہ سمجھا دیا کہ ان کے مطاعن واعتراضات کے در پردہ ان کا متکبرانہ رویہ اور ان کا جحود ہے، ورنہ حق کی معرفت کے تمام راستے ان پر واضح کر دیئے گئے ہیں۔ یہی صورتحال آج پھر در پیش ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کے پردے میں مقام نبوت اور شان رسالت پر مکروہ الزامات اور طعن و تشنیع کا بازار گرم ہے۔ الیکٹرانک، پرنٹ اور سوشل میڈیا پر ایک مرتبہ پھر قدیم زنگ آلودہ الزامات کی تلواریں نئے نیاموں سے نکال کر دعوت حق کو للکارنے کی کوشش کیجارہی ہے۔ لیکن کلام برحق قرآن مجید آج بھی گواہی دے رہا ہے کہ دلائل کی دنیا میں کسی قسم کی کمی باقی نہیں چھوڑی گئی اور ہر طرح سے ان پر حجت کو تمام کر دیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود انہوں نے نہ ماننے کا عہد کر رکھا ہے، اور سادہ لوح انسانوں کو مختلف انداز سے بہکانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ المؤمنون ۲۳ : ۷۰

۲۔ الطور ۵۲ :۲۹

۳۔ آپ ﷺ کے مجنون ہونے کی نفی کے لیے مزید آیات ملاحظہ فرمائیں: سورۃ القلم ۶۸ : ۲-۵، سورۃ سباء ۳۴ : ۴۶

۴۔ افریقیؒ، ابن منظور، علامہ، **لسان العرب**، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ص: ۱۳/ ۳۶۳

۵۔ مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، سید، **تفہیم القرآن**، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، صفر ۱۴۲۵ھ-اپریل ۲۰۰۴ء، ص ۵ / ۱۷۲، ۱۷۳

۶۔ الازہریؒ، محمد کرم شاہ، پیر، **ضیاء القرآن**، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ، ص ۴ / ۶۵۲

۷۔ **تفہیم القرآن**، ص ۵ /۱۷۲، ۱۷۳

۸۔ **ضیاء القرآن**، ص ۳/ ۲۶۳

۹۔ کاندھلویؒ، محمد ادریس، مولانا، **معارف القرآن**، مکتبۃ المعارف، دارالعلوم حسینیہ، شہدادپور، سندھ، ۱۴۳۳ھ ۵ / ۳۷۴

۱۰۔ **تفہیم القرآن**، ص ۴ /۲۱۱

۱۱۔ **ضیاء القرآن**، ص ۵ /۴۲۰، معارف القرآن، ص: ۸ / ۲۹۲، ۲۹۳

۱۲۔ ص ۴: ۳۸

۱۳۔ الذاریات: ۵۲ /۵۱

۱۴۔ **تفہیم القرآن**، ص ۱۵۳ /۵

۱۵۔ **معارف القرآن**، ص۷/ ۵۴۳

۱۶۔ الفرقان۲۵: ۸

۱۷۔ **تفہیم القرآن**، ص ۳/ ۴۳۹

۱۸۔ الطور۵۲: ۳۰

۱۹۔ الصفت ۳۷: ۳۶

۲۰۔ یسین ۳۶: ۶۹

۲۱۔ **ضیاء القرآن**، ص ۱۸۸/۴، ۱۸۹

۲۲۔ اصفہانیؒ، راغب، علامہ، ابو القاسم الحسین بن محمد، امام، **المفردات فی غریب القرآن**، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۲ھ، ص۴۵۶

۲۳۔ **معارف القرآن**، ص ۶/ ۴۶۵، ۴۶۶

۲۴۔ ایضاً، ص۶/ ۴۶۶

۲۵۔ بنی اسرائیل۱۷: ۹۰-۹۳

۲۶۔ **معارف القرآن**، ص۴/ ۵۴۶

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ بنی اسرائیل ۱۷: ۹۴، ۹۵

۲۹۔ **تفہیم القرآن**، ص ۲/ ۶۴۴

۳۰۔ **ضیاء القرآن**، ص ۲/ ۶۸۶

۳۱۔ الطور ۵۲: ۳۳

۳۲۔ الطور ۵۲: ۳۴

۳۳۔ **تفہیم القرآن**، ص ۵/ ۱۷۵

۳۴۔ الفرقان ۲۵: ۷، ۸

۳۵۔ **تفہیم القرآن**، ص ۳/ ۴۳۹